ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2901

Program: BS Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ — شعبہ حدیث وعلوم حدیث

کورس: قواعد و مصطلحات حدیث (2901) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: مرفوع حدیث کی اقسام مع مثال

سوال نمبر 1: مرفوع حدیث کی اقسام مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

حدیث کی سب سے بنیادی اور سب سے بلند قسم مرفوع ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل اور طرزِ عمل براہِ راست امت تک پہنچتا ہے اور شرعی احکام کا اصل ماخذ یہی ہے۔ مرفوع کو سمجھنا ہر طالب علمِ حدیث کے لیے اس لیے اولین ضرورت ہے کہ باقی تمام اقسام یعنی موقوف، مقطوع اور مرسل وغیرہ کی پہچان بھی مرفوع ہی کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ لفظ رفع کے معنی بلند کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں اس نام کی وجہ یہ ہے کہ روایت کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند ذات کی طرف کر دی جاتی ہے۔ مرفوع کی اقسام کی درجہ بندی دو اعتبار سے کی جاتی ہے: ایک اس اعتبار سے کہ نبی کی طرف نسبت کی نوعیت کیا ہے، یعنی بات قول ہے، فعل ہے، تقریر ہے یا وصف ہے، اور دوسرے اس اعتبار سے کہ نسبت صراحتاً ہے یا حکماً۔ نصابی تقسیم میں مرفوع کو عام طور پر چار بڑی قسموں میں بیان کیا جاتا ہے: مرفوعِ قولی، مرفوعِ فعلی، مرفوعِ تقریری اور مرفوعِ وصفی، اور ان کے ساتھ مرفوعِ حکمی کی صورتیں بھی اسی باب میں داخل ہیں۔ ذیل میں پہلے مرفوع کی تعریف بیان کی گئی ہے، پھر ہر قسم کی تعریف اور مشہور و مسلم مثالوں کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے، اور آخر میں ان اقسام کی حجیت اور باہمی تعلق پر گفتگو کی گئی ہے۔ مثالوں کے انتخاب میں ان مشہور احادیث کو لیا گیا ہے جو صحیحین اور معروف کتب میں مسلم حیثیت رکھتی ہیں تاکہ طالب علم کو مثال کے متنازع ہونے کی پریشانی نہ ہو۔

مرفوع کی تعریف

مرفوع اس قول، فعل، تقریر یا وصف کو کہتے ہیں جس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو، خواہ اس کی نسبت کرنے والا صحابی ہو یا ان سے نیچے کا کوئی راوی، اور خواہ سند متصل ہو یا منقطع، کیونکہ مرفوع کا تعلق بنیادی طور پر متن کی انتہا سے ہے نہ کہ سند کے اتصال سے۔ اسی لیے اصولی طور پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہر مرفوع حدیث لازمی طور پر صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ ممکن ہے نسبت تو نبی کی طرف ہو مگر سند ضعیف ہو، ایسی صورت میں روایت مرفوع ہونے کے باوجود ضعیف مرفوع کہلائے گی۔ اس کے برعکس سند کی صحت کے درجات صحیح، حسن اور ضعیف سند دیکھ کر طے ہوتے ہیں۔ مرفوع کی یہ تعریف ابن الصلاح اور بعد کے محدثین کے یہاں اسی صورت میں مروج ہے اور

اسی پر درسی کتب کا عمل ہے۔ اس تعریف سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ موقوف اور مقطوع مرفوع سے الگ کیوں ہیں، کیونکہ وہاں نسبت نبی تک نہیں پہنچتی بلکہ صحابی یا تابعی پر رک جاتی ہے۔

1 ــــ مرفوعِ قولی

مرفوعِ قولی وہ روایت ہے جس میں صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان یا ارشاد نقل کرے، یعنی یوں بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ یہ مرفوع کی سب سے کثیر اور سب سے واضح قسم ہے کیونکہ احکام و عقائد اور اخلاق کی بنیادی تعلیمات زیادہ تر اسی صورت میں امت کو ملی ہیں۔ اس کی سب سے مشہور مثال حدیثِ نیت ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، جو صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اسی طرح نماز، روزے، حج، بیع و شراء، نکاح اور حدود وغیرہ کے بے شمار احکام اقوالی احادیث ہی سے ثابت ہیں۔ قولی مرفوع کی پہچان میں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ صحابی کے الفاظ قال رسول اللہ یا سمعت رسول اللہ جیسی صراحت رفع کی واضح علامت ہیں۔ فقہاء کے ہاں قولی مرفوع احکام کا سب سے براہِ راست ماخذ ہے اور اسی سے حلال و حرام اور امر و نواہی کے استنباط کی بنیاد قائم ہوتی ہے، اسی لیے اصولِ فقہ میں سنتِ قولیہ کو مستقل حیثیت دی گئی ہے۔

2 ــــ مرفوعِ فعلی

مرفوعِ فعلی وہ روایت ہے جس میں صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کو بیان کرے، یعنی یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا یا آپ کا عمل اس طرح ہوا کرتا تھا۔ عبادات کی عملی کیفیات زیادہ تر اسی قسم سے معلوم ہوتی ہیں، کیونکہ نماز کی رکعات، وضو کا طریقہ، حج کے مناسک اور روزے کے عملی احکام محض زبانی بیان سے اتنے واضح نہیں ہوتے جتنے عملی نمونے سے ہوتے ہیں۔ اس کی نمایاں مثالوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کی وہ روایات ہیں جن میں نبی کی نماز، آپ کے وضو، آپ کے حج اور آپ کی شب بیداری کی کیفیت بیان ہوئی ہے، اور نبی کا یہ ارشاد کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو، فعلی سنت کی حجیت کی روشن دلیل کے طور پر اصول کی کتابوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ فعلی مرفوع کے باب میں اصولیین نے یہ بحث بھی کی ہے کہ نبی کا فعل وجوب پر دلالت کرتا ہے یا استحباب پر، اور کون سے

افعال آپ کے ساتھ خاص تھے، یہ مباحث اصولِ فقہ میں تفصیل سے موجود ہیں۔ درسی سطح پر اتنا جاننا کافی ہے کہ فعلی روایت بھی قولی کی طرح مرفوع ہے اور اس سے سنت ثابت ہوتی ہے۔

3 ـــ مرفوعِ تقریری

مرفوعِ تقریری وہ روایت ہے جس میں بیان ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی قول کہا گیا یا کوئی فعل کیا گیا اور آپ نے اس پر سکوت اختیار فرمایا یا اسے برقرار رکھا اور انکار نہیں فرمایا، چنانچہ اس سکوت و اقرار کو اس قول یا فعل کے جواز کی دلیل سمجھا گیا۔ تقریر کی حجیت اس بنیاد پر ہے کہ نبی مبینِ شریعت تھے، آپ کے سامنے کوئی ناجائز بات ہو اور آپ اس سے منع نہ فرمائیں یہ اس منصب کے خلاف سمجھا جاتا ہے، لہٰذا آپ کا سکوت جواز کی دلیل بنتا ہے بشرطیکہ سکوت کی یہ صورت ثابت ہو کہ آپ کو علم ہوا تھا اور انکار کا موقع موجود تھا۔ اس کی مشہور مثالوں میں ان واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں کسی صحابی نے آپ کی موجودگی میں کوئی عمل کیا اور آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، جنہیں اصول کی کتابوں میں تقریری سنت کی مثالوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تقریری مرفوع کی قدر و قیمت یہ ہے کہ اس سے صحابہ کے بہت سے ایسے معمولات کو شرعی سند ملتی ہے جو صریح قول یا فعل کی صورت میں موجود نہیں، اور فقہی ذخیرے کا بڑا حصہ اسی ذریعے سے محفوظ ہوا ہے۔ البتہ محققین نے تقریر کے ثبوت میں خاص احتیاط رکھی ہے اور ہر سکوت کو تقریر نہیں مانا، بلکہ شرائط کی تکمیل دیکھ کر فیصلہ کیا ہے۔

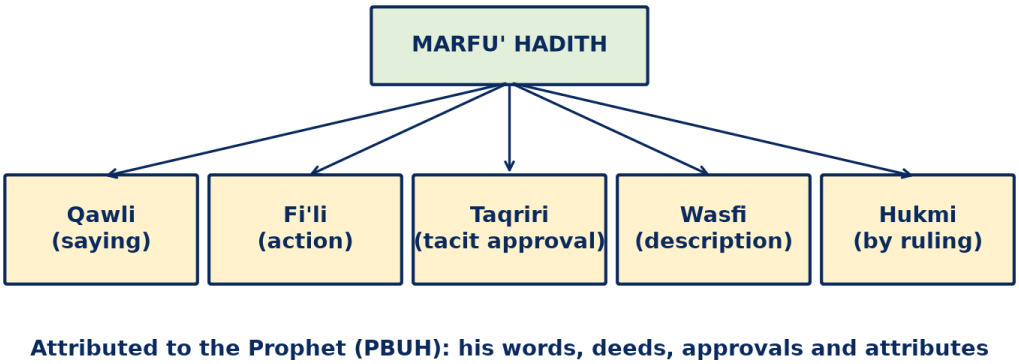
4 ـــ مرفوعِ وصفی

مرفوعِ وصفی وہ روایت ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کیے گئے ہوں، چاہے وہ اوصاف خلقی ہوں یعنی جسمانی صورت و شمائل سے متعلق، یا خلقی ہوں یعنی اخلاق و عادات سے متعلق۔ خلقی اوصاف کی مثال وہ روایات ہیں جن میں آپ کے چہرے، قد و قامت اور چلنے کی کیفیت کا بیان ہے جو شمائل کی کتابوں کا موضوع ہیں، جیسے شمائلِ ترمذی میں جمع کردہ روایات۔ خلقی اوصاف کی مثال وہ مشہور روایات ہیں جن میں بیان ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، یا آپ سب سے بہتر اخلاق کے مالک تھے، جیسی روایات صحابہ نے بیان کی ہیں۔ وصفی مرفوع کی حیثیت یہ ہے کہ اگرچہ ان سے براہِ راست کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا، مگر یہ سیرت و شمائل کا

اصل ماخذ ہیں اور دینی تربیت، محبتِ رسول اور اخلاقی اسوہ کے باب میں ان کا کردار مرکزی ہے۔ اسی لیے علماء نے شمائل و خصائص پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ان روایات کو مرفوع ہی کے زمرے میں رکھا ہے کیونکہ ان کی نسبت بھی نبی ہی کی ذات کی طرف ہے۔

مرفوعِ حکمی کی صورتیں

ان چار صریح اقسام کے ساتھ مرفوعِ حکمی کو بھی اسی باب میں سمجھنا ضروری ہے کیونکہ بہت سی روایات بظاہر موقوف نظر آتی ہیں مگر ان کا حکم مرفوع کا ہوتا ہے۔ اس کی نمایاں صورتیں یہ ہیں: صحابی کا یہ کہنا کہ ہمیں اس کا حکم دیا گیا یا ہمیں اس سے روکا گیا، کیونکہ امر و نہی کرنے والا نبی کے سوا کوئی نہیں تھا۔ صحابی کا یہ کہنا کہ یہ سنت سے ہے، کیونکہ صحابہ کے استعمال میں سنت کا لفظ نبی کی سنت ہی کے لیے مخصوص تھا۔ صحابی کا ایسی بات بیان کرنا جو رائے اور اجتہاد سے نہ کہی جا سکتی ہو، جیسے غیبی خبریں یا عبادات کی وہ مقادیر جن میں قیاس کو دخل نہیں۔ صحابی کا نبی کے زمانے کے کسی عمل کی خبر دینا کہ ہم رسول اللہ کے عہد میں یہ کیا کرتے تھے۔ یہ تمام صورتیں اگرچہ صراحتاً مرفوع نہیں مگر حکماً مرفوع مانی جاتی ہیں اور محدثین ان سے وہی استفادہ کرتے ہیں جو صریح مرفوع سے کیا جاتا ہے۔ اس نکتے کی پہچان مبتدی طالب علم کی بہت سی غلط فہمیاں دور کر دیتی ہے۔



شکل 1: مرفوع حدیث کی اقسام — قولی، فعلی، تقریری، وصفی اور حکمی

جدول 1: مرفوع کی اقسام کا خلاصہ

قسم	مفہوم	نمایاں صورت
قولی	نبی کا فرمان نقل کیا جائے	احکام وارشادات والی احادیث، مثلاً حدیثِ نیت
فعلی	نبی کا عمل بیان کیا جائے	نماز، وضو، حج وغیرہ کی عملی کیفیات
تقریری	آپ کے سامنے ہونے والے قول و فعل پر سکوت و اقرار	صحابہ کے معمولات جن پر نکیر نہیں ہوئی
وصفی	نبی کے خلقی و اخلاقی اوصاف کا بیان	شمائل و اخلاق کی روایات
حکمی	بظاہر موقوف مگر حکم میں مرفوع	امرنا، نہینا، من السنۃ جیسی تعبیرات

USMAN NOTES www.usmannotes.com

حاصلِ کلام

حاصل یہ ہے کہ مرفوع وہ روایت ہے جس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو، اور اس کی اقسام قولی، فعلی، تقریری اور وصفی ہیں جن کے ساتھ مرفوعِ حکمی کی صورتیں بھی ملحق ہیں۔ ان میں سے ہر قسم امت کی دینی رہنمائی کا ایک الگ ذریعہ ہے: قول سے احکام، فعل سے عملی نمونہ، تقریر سے جواز اور وصف سے سیرت و اخلاق کی تصویر ملتی ہے۔ ان اقسام کی درست پہچان ہی سے طالب علم کسی بھی روایت کا مقام متعین کر سکتا ہے اور یہی علمِ حدیث کی بنیاد ہے۔

سوال نمبر 2: حدیثِ محکم کی اصطلاحی تعریف مع مثال

سوال نمبر 2: حدیث محکم کی اصطلاحی تعریف مثال کے ساتھ لکھیں۔ (20 نمبر)

تعارف

احادیث کے مطالعے میں ایک اہم مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ بظاہر بعض احادیث کے مضامین میں اختلاف یا تعارض محسوس ہوتا ہے، جس سے طالب علم کے ذہن میں یہ سوالات اٹھتے ہیں کہ کس حدیث پر عمل کیا جائے اور کس کا حکم لیا ہے۔ اسی پس منظر میں محدثین نے احادیث کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا: محکم احادیث اور مختلف یا مشکل احادیث۔ محکم وہ حدیث ہے جو اس مسئلے سے پاک ہو، اور مختلف وہ ہے جس کی ظاہری صورت میں دوسری حدیث سے ٹکراؤ نظر آئے اور اس کے حل کے لیے خاص اصولوں کی ضرورت پڑے۔ سوال میں صرف حدیثِ محکم کی اصطلاحی تعریف مثال کے ساتھ طلب ہے، تاہم اس کی درست تفہیم اس کے مقابل عنوان کو ساتھ رکھے بغیر ممکن نہیں، اس لیے ذیل میں پہلے لفظِ محکم کا لغوی مفہوم، پھر اصطلاحی تعریف، پھر اس کی شرائط و پہچان کی مثال، اور مختلف الحدیث سے اس کا فرق تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس بحث کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ احادیث کی عظیم اکثریت محکم ہی ہوتی ہے، اور محکم کی پہچان ہو جائے تو تعارض کے مباحث کا دائرہ خود بخود محدود اور واضح ہو جاتا ہے۔

لغوی مفہوم

لفظ محکم احکام سے ہے جس کے معنی مضبوط، پختہ اور متقن بنانے کے ہیں، یعنی ایسی چیز جس میں کمزوری اور خلل نہ ہو۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے جہاں آیات کو محکمات کہا گیا ہے، جن سے مراد وہ آیات ہیں جن کا مفہوم واضح، مضبوط اور کسی التباس سے خالی ہو۔ اسی لغوی پس منظر کو سامنے رکھ کر اہلِ حدیث نے محکم کی اصطلاح وضع کی، کیونکہ جو حدیث کسی معارض اور مخالف حدیث کے ٹکراؤ سے سالم ہو وہی مفہوم کے اعتبار سے مضبوط اور واضح کہلانے کی مستحق ہے۔ لغوی اور اصطلاحی معنی کے اس ربط کو سمجھنے سے طالب علم کے لیے اصطلاح کا مطلب یاد رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف

اصطلاحِ محدثین میں محکم اس حدیث کو کہتے ہیں جو کسی ایسی حدیث سے معارض نہ ہو جو اس کے برابر کی ہو، یعنی ایسی کوئی صحیح یا مقبول حدیث موجود نہ ہو جو اس کے معنی کے خلاف جاتی ہو اور جس سے اس کے مفہوم میں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہو۔ دوسرے لفظوں میں جو حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہو، اس کے مقابل کوئی اسی درجے کی مخالف روایت نہ ہو اور اس پر بے تردد عمل کیا جا سکتا ہو، وہ محکم ہے۔ اس تعریف کے دو اجزا خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہیں: پہلا یہ کہ عدمِ معارضہ اصل شرط ہے، اگر معارضہ ہو ہی نہ تو حدیث محکم ہے خواہ اس کے مفہوم کی تفصیل میں کتنا ہی علمی غور درکار ہو، اور دوسرا یہ کہ معارضہ اسی صورت میں شمار ہو گا جب مخالف روایت درجے میں اس کے برابر ہو، کیونکہ اگر مخالف روایت ضعیف اور کمزور ہو تو اس کا ٹکراؤ محکم حدیث کو متاثر نہیں کرتا۔ اسی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ احادیث کی بڑی اکثریت محکم ہے اور جن احادیث میں تعارض کا مسئلہ اٹھتا ہے وہ ایک محدود تعداد ہے جسے مختلف الحدیث یا مشکل الحدیث کے باب میں الگ سے پڑھا جاتا ہے۔

محکم کی پہچان اور شرائط

کسی حدیث کے محکم ہونے کی پہچان کے لیے اہلِ علم نے چند باتوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ پہلی بات یہ کہ حدیث اپنی شرائط کے اعتبار سے مقبول درجے کی ہو، کیونکہ مردود اور موضوع روایت کو اس درجہ بندی میں محکم نہیں کہا جاتا، یہ درجہ بندی مقبول احادیث کے باہمی تعلق کی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اسی موضوع پر وارد تمام روایات کا جائزہ لے کر دیکھا گیا ہو کہ ان میں سے کوئی اس کے خلاف تو نہیں، کیونکہ جزوی مطالعے سے کبھی کسی حدیث کو بلاوجہ مختلف سمجھ لیا جاتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ اگر بظاہر کوئی مخالف روایت نظر بھی آئے تو پہلے یہ دیکھا جائے کہ وہ درجے میں اس کے برابر ہے یا نہیں، کیونکہ ضعیف مخالف محکم کو نہیں گراتا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ محکم ہونے کا تعلق مفہوم کی سلامتی سے ہے سند کی صحت سے الگ، یعنی ممکن ہے ایک حدیث حسن درجے کی ہو مگر محکم ہو، اور ایک حدیث صحیح درجے کی ہو مگر کسی دوسری صحیح حدیث سے اس کا ظاہری ٹکراؤ ہونے کی وجہ سے وہ مختلف کے باب میں آئے۔ اس فرق کو سمجھنا احادیث کے درجاتی نظام کی اہم ترین باریکیوں میں سے ہے۔

مثال کے ساتھ وضاحت

حدیثِ محکم کی سادہ اور غیر متنازع مثال نماز کی فرضیت اور اس کے اوقات و ارکان سے متعلق وہ مشہور احادیث ہیں جن کے مضامین میں کسی قسم کا باہمی ٹکراؤ موجود نہیں، مثلاً روزانہ پانچ نمازوں کی فرضیت کی حدیث جو معراج کے واقعے سے متعلق ہے اور امت میں متواتر عمل کے ساتھ ثابت ہے، اس کے مقابل کوئی اسی درجے کی مخالف روایت موجود نہیں جو یہ کہے کہ نمازوں کی تعداد اس سے مختلف ہے، اس لیے یہ حدیث محکم ہے اور اس پر بلاتردد عمل ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ مشہور حدیث کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے اور کسی مقبول حدیث سے اس کا تعارض نہیں، لہٰذا یہ بھی محکم کی مثال ہے۔ ان مثالوں سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ محکم کا تعلق مشہور یا نامانوس ہونے سے نہیں بلکہ معارض کے نہ ہونے سے ہے، اور اسلامی تعلیمات کی بنیادی احادیث کی اکثریت اسی محکم قسم سے تعلق رکھتی ہے جن پر امت کا عمل نسل در نسل جاری رہا ہے۔ مثال کے اس انتخاب میں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ ایسی مثالیں دی جائیں جن کے محکم ہونے میں اہلِ علم کا کوئی معروف اختلاف نہ ہو، کیونکہ جن احادیث کے تعارض میں اختلاف ہے وہ اس سوال کا موضوع نہیں ہیں۔

محکم اور مختلف الحدیث کا فرق

محکم کے مقابلے میں مختلف الحدیث اس صورت کو کہتے ہیں جہاں دو مقبول احادیث کے ظاہر میں ٹکراؤ ہو اور ان کے درمیان تطبیق، تخصیص، تاویل یا نسخ کی بحث درپیش ہو۔ ایسے مقامات پر اہلِ علم نے باقاعدہ اصول مقرر کیے ہیں: سب سے پہلے دونوں میں جمع و تطبیق کی کوشش کی جاتی ہے، اگر جمع ممکن نہ ہو اور تاریخ معلوم ہو تو نسخ کا اصول لگایا جاتا ہے، اگر وہ بھی ممکن نہ ہو تو ترجیح کے اصولوں سے ایک کو راجح قرار دیا جاتا ہے، اور آخری درجے میں توقف کیا جاتا ہے۔ یہ تمام مراحل محکم حدیث میں درپیش نہیں ہوتے، کیونکہ وہاں ٹکراؤ ہی موجود نہیں۔ اس تقابل سے محکم کا مقام مزید روشن ہو جاتا ہے کہ وہ احادیث کا وہ وسیع میدان ہے جہاں عمل سیدھا اور بے رکاوٹ ہے، جبکہ مختلف کا میدان محدود اور اہلِ تخصص کا ہے۔ طالب علم کو یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کسی حدیث کو مختلف قرار دینا بھی اہلِ فن کا کام ہے اور جزوی مطالعے کی بنیاد پر مشہور محکم احادیث میں تعارض نکالنا علمی روش کے خلاف ہے۔

جدول 1: محکم اور مختلف الحدیث کا فرق

پہلو	محکم	مختلف الحدیث
معارضہ	برابر کی مخالف حدیث موجود نہیں	برابر کی مخالف حدیث بظاہر موجود ہے
عمل	براہِ راست اور بے تردد عمل	جمع، نسخ یا ترجیح کے بعد عمل کا تعین
دائرہ	حدیث کی بڑی اکثریت	محدود تعداد، اہلِ تخصص کا میدان
مثال کی صورت	پانچ نمازوں کی فرضیت جیسے مسلّم احادیث	وہ مقامات جہاں دو صحیح روایتوں کا ظاہری ٹکراؤ ہو

حاصلِ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ حدیثِ محکم وہ مقبول حدیث ہے جس کے مقابل اسی درجے کی کوئی مخالف حدیث نہ ہو اور جس پر براہِ راست عمل کیا جا سکے، جیسے پانچ نمازوں کی فرضیت کی حدیث۔ یہ اصطلاح مختلف الحدیث کے مقابلے میں سمجھی جاتی ہے اور احادیث کی اکثریت اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔ محکم کی درست تعریف اور اس کے مقابل عنوان کی پہچان طالب علم کو تعارض کے غلط شبہات سے بچاتی ہے اور حدیث کے مجموعے پر اس کا اعتماد مضبوط کرتی ہے۔

سوال نمبر 3: جرح و تعدیل میں تعارض کی صورتیں

سوال نمبر 3: جرح و تعدیل میں تعارض کی کتنی صورتیں بنتی ہیں؟ بیان کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

علمِ جرح وتعدیل وہ علم ہے جس میں راویوں کے حالات بیان کیے جاتے ہیں کہ کون ثقہ ہے اور کون ضعیف، کس کی روایت قبول کی جائے گی اور کس کی نہیں۔ یہ علم حدیث کی حفاظت کا قلعہ ہے کیونکہ اسی کے ذریعے سچے اور کمزور ناقلین میں فرق قائم ہوتا ہے۔ اس فن میں ایک اہم اور عملی مسئلہ اس وقت پیش آتا ہے جب ایک ہی راوی کے بارے میں ائمہِ فن کی آراء مختلف آ جائیں، ایک امام اسے ثقہ کہے اور دوسرا اس پر جرح کرے، یا ایک ہی امام سے اس کے بارے میں دونوں طرح کے اقوال منقول ہوں۔ اس صورت کو تعارضِ جرح وتعدیل کہا جاتا ہے اور اہلِ فن نے اس کے حل کے باقاعدہ اصول وضع کیے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تعارض کی کتنی صورتیں بنتی ہیں۔ اس کے جواب میں یہ علمی تنبیہ ضروری ہے کہ صورتوں کی گنتی بیان کرنے والوں کے انداز کے اعتبار سے کتابوں میں مختلف ملتی ہے، کیونکہ کوئی مفسر و مبہم کی تقسیم کو بنیاد بناتا ہے، کوئی قائل کے اتحاد و اختلاف کو، اور کوئی دونوں کو ملا کر گنتا ہے۔ نصابی درس میں عام طور پر چار بنیادی صورتیں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں جو مفسر اور مبہم ہونے کے امتزاج سے بنتی ہیں، اور ان کے ساتھ قائل کے اتحاد و اختلاف کی صورتیں مل کر بحث مکمل ہوتی ہے۔ ذیل میں پہلے جرح اور تعدیل کی تعریف، پھر تعارض کا مفہوم، پھر صورتوں کی تفصیل اصول و مثال کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور آخر میں ناقدین کے عملی منہج کا خلاصہ دیا گیا ہے۔

جرح اور تعدیل کی تعریف

جرح کے لغوی معنی زخم لگانے کے ہیں اور اصطلاح میں جرح اس بیان کو کہتے ہیں جس سے راوی کی عدالت یا ضبط میں قدح ثابت ہو اور اس کی روایت رد ہونے کا سبب بنے، مثلاً کسی راوی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کذاب ہے، متروک ہے، سیئ الحفظ ہے یا کثیر الوہم ہے۔ تعدیل کے معنی عادل قرار دینے کے ہیں اور اصطلاح میں تعدیل یہ ہے کہ راوی کو عادل اور ضابط قرار دیا جائے اور اس کی روایت مقبول ٹھہرے، مثلاً یہ کہنا کہ وہ ثقہ ہے، ثبت ہے، صدوق ہے یا حجۃ ہے۔ جرح وتعدیل کے دونوں بیانات کی بھی دو قسمیں ہیں: مفسر، جس میں سبب بیان کیا گیا ہو کہ جرح کیوں کی گئی یا تعدیل کی بنیاد کیا ہے، اور مبہم، جس میں محض حکم لگا دیا گیا ہو اور سبب بیان نہ کیا گیا ہو، مثلاً صرف یہ کہنا کہ وہ ضعیف ہے یا وہ ثقہ ہے۔ تعارض کی صورتوں کی درجہ بندی کا اصل محور یہی مفسر و مبہم کا فرق ہے، اس لیے ان تعریفات کو اچھی طرح سمجھے بغیر آگے کی بحث واضح نہیں ہو سکتی۔

تعارض کا مفہوم اور بنیادی اصول

تعارض اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک ہی راوی کے بارے میں جرح اور تعدیل دونوں ثابت ہو جائیں اور دونوں کا کوئی ظاہری جمع ممکن نہ رہے۔ اس کے حل کا مشہور بنیادی اصول یہ ہے کہ جرحِ مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے، کیونکہ جرح کرنے والا ایک ایسی پوشیدہ بات جانتا ہے جو تعدیل کرنے والے پر ظاہر نہیں ہوئی، اور اس اصول کی بنیاد یہ ہے کہ تعدیل کا حکم عمومی حسنِ ظن پر ہوتا ہے جبکہ مفسر جرح خصوصی حقیقت پر۔ البتہ اس اصول کے ساتھ چند اہم استثنائی صورتیں اور قیود اہلِ فن نے بیان کی ہیں، مثلاً جرح کرنے والے کا متعصب یا متشدد معروف ہونا، یا جس سبب سے جرح کی گئی ہو اس کا خود راوی میں فی الواقع قادح نہ ہونا، جیسی صورتوں میں فیصلہ مختلف ہو سکتا ہے۔ یہ قیود ظاہر کرتی ہیں کہ تعارض کا حل محض میکانیکی قاعدہ نہیں بلکہ ناقد کی بصیرت اور راوی کے مجموعی حالات کا جائزہ ہے۔ اب اسی پس منظر میں تعارض کی صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔

تعارض کی چار بنیادی صورتیں

پہلی صورت یہ ہے کہ جرح بھی مبہم ہو اور تعدیل بھی مبہم، یعنی ایک امام نے بغیر سبب بیان کیے راوی کو ضعیف کہا اور دوسرے نے بغیر سبب بیان کیے ثقہ کہا۔ اس صورت میں جمہور کے نزدیک تعدیل کو مقدم رکھا جاتا ہے یا کم از کم مبہم جرح کو قبول نہیں کیا جاتا، کیونکہ جس جرح کا سبب معلوم نہیں اس کی بنیاد پر معدل راوی کو گرانا درست نہیں، ممکن ہے جرح کا سبب ناقد کے اپنے مسلک یا کسی غیر قادح وجہ پر مبنی ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جرح بھی مفسر ہو اور تعدیل بھی مفسر، یعنی دونوں طرف وجوہات موجود ہوں۔ اس صورت میں ناقد دونوں وجوہات کا موازنہ کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ جرح کا بیان کردہ سبب فی الواقع قادح ہے یا نہیں، اور تعدیل کی بیان کردہ بنیاد اس کا جواب دیتی ہے یا نہیں، اسی موازنے کے بعد فیصلہ ہوتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جرح مبہم ہو اور تعدیل مفسر ہو، اس صورت میں تعدیل کو واضح ترجیح حاصل ہوتی ہے کیونکہ ایک طرف سبب موجود و معلوم ہے اور دوسری طرف کوئی سبب ہی پیش نہیں کیا گیا۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ جرح مفسر ہو اور تعدیل مبہم ہو، اور یہی وہ صورت ہے جہاں مشہور اصول پوری قوت سے لاگو ہوتا ہے کہ جرحِ مفسر مقدم ہو گی، کیونکہ جرح کرنے والے نے ایک حقیقی خامی بیان کر دی ہے جس کا تعدیل کرنے والے کے مبہم بیان سے جواب نہیں بنتا، البتہ اس میں بھی یہ دیکھا جائے گا کہ بیان کردہ سبب واقعی قادح بھی ہے یا محض کوئی ایسی بات ہے جو روایت پر اثر نہیں ڈالتی۔

جدول 1: تعارض کی چار بنیادی صورتیں اور ان کا حکم

صورت	جرح	تعدیل	عمومی فیصلہ
پہلی	مبہم	مبہم	مبہم جرح قبول نہیں، تعدیل برقرار
دوسری	مفسر	مفسر	دونوں وجوہات کا موازنہ، قادح سبب دیکھ کر فیصلہ
تیسری	مبہم	مفسر	تعدیل کو واضح ترجیح
چوتھی	مفسر	مبہم	جرحِ مفسر مقدم، بشرطیکہ سبب واقعی قادح ہو

USMAN NOTES www.usmannotes.com

قائل کے اتحاد و اختلاف کی صورتیں

چار بنیادی صورتوں کے علاوہ تعارض کی ایک اور جہت قائل یعنی بیان کرنے والے امام کے اعتبار سے ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ جرح اور تعدیل دونوں ایک ہی امام سے منقول ہوں، مثلاً ایک ہی ناقد سے کسی راوی کے بارے میں ثقہ ہونے کا قول بھی آئے اور ضعف کا قول بھی۔ اس صورت میں اہلِ فن یہ دیکھتے ہیں کہ دونوں اقوال میں سے کون سا متاخر ہے یا کس قول کی تائید دوسرے ائمہ کرتے ہیں، اور بعض اوقات یہ صورت دراصل اختلاف نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے امام نے ایک قول مخصوص روایت کے بارے میں اور دوسرا قول راوی کے عمومی حال کے بارے میں کہا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جرح کرنے والا اور تعدیل کرنے والا الگ الگ ائمہ ہوں، جو تعارض کی سب سے عام صورت ہے، اور یہاں فیصلہ ناقدین کے درجے، ان کی مہارت، ان کے تشدد و تساہل اور تعداد کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ بعض کتب میں ان جہتوں کو ملا کر صورتوں کی تعداد زیادہ بھی بیان کی گئی ہے، جیسے چھ یا اس سے زیادہ، اسی لیے طالب علم کو گنتی کے اختلاف سے پریشان ہونے کے بجائے اصل اصول، یعنی مفسر و مبہم کا فرق اور قادح سبب کی جانچ، کو

مضبوطی سے سمجھنا چاہیے، کیونکہ عملی فیصلے انہی اصولوں سے ہوتے ہیں نہ کہ محض گنتی سے۔ اس وضاحت کو اس جواب میں اس لیے شامل کیا گیا ہے تاکہ نصابی کتاب میں اگر تعداد کسی اور ترتیب سے ملے تو طالب علم تصور کی بنیاد سے اسے سمجھ سکے۔

عملی منہج اور احتیاطیں

تعارض کے حل میں ناقدینِ فن کا عملی منہج چند نکات پر مشتمل ہے۔ وہ راوی کے شیوخ اور تلامذہ کو دیکھتے ہیں کہ کس دور کی روایت مضبوط ہے، کیونکہ بعض راوی عمر کے آخری حصے میں اختلاط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ جرح کرنے والے امام کے مزاج کو دیکھتے ہیں کہ وہ متشددین میں سے ہے یا معتدلین میں سے، جیسا کہ اہلِ فن نے ناقدین کو بھی طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جرح کا سبب مذہبی تعصب یا ہم عصری منافست جیسی غیر علمی وجہ تو نہیں، کیونکہ اہلِ فن نے ہم عصروں کے ایک دوسرے پر کلام کو خاص احتیاط سے لینے کی ہدایت کی ہے جب تک وہ دلائل سے ثابت نہ ہو۔ آخر میں وہ راوی کی روایات کا عملی جائزہ لیتے ہیں، اعتبار کرتے ہیں کہ اس کی مرویات ثقات کے مطابق ہیں یا ان سے ہٹی ہوئی، اور یہ اعتبار اکثر اوقات تعارض کے فیصلے میں فیصلہ کن ثابت ہوتا ہے۔ یہی جامع منہج ہے جس کی بدولت بڑے ائمہ نے راویوں کے بارے میں متوازن اور معتبر نتائج تک رسائی حاصل کی۔

حاصلِ کلام

حاصل یہ ہے کہ جرح و تعدیل کے تعارض کی بنیادی صورتیں مفسر و مبہم کی تقسیم سے چار بنتی ہیں: دونوں مبہم، دونوں مفسر، جرح مبہم تعدیل مفسر، اور جرح مفسر تعدیل مبہم، جن میں مشہور اصول یہ ہے کہ مفسر جرح مقدم ہوتی ہے بشرطیکہ اس کا سبب واقعی قادح ہو۔ اس کے ساتھ قائل کے اتحاد و اختلاف کی جہت بھی فیصلے میں موثر ہوتی ہے اور بعض کتابوں میں اسی ملاپ سے تعداد زیادہ بیان ہوئی ہے۔ اس باب کا اصل سبق یہ ہے کہ راویوں کے بارے میں فیصلے دلیل، موازنے اور انصاف سے ہوتے ہیں، نہ کہ کسی ایک قول کو بے دیکھے قبول کر لینے سے۔

سوال نمبر4: حدیث کے طالب علم کے لیے ضروری آداب

سوال نمبر4: حدیث کے طالب علم کے لیے کون کون سے آداب ضروری ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔(20نمبر)

تعارف

علمِ حدیث کی طلب محض ایک علمی مشغلہ نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خدمت اور اس کی حفاظت کا عمل ہے، اسی لیے محدثین نے اس علم کے طالب کے لیے صرف علمی شرائط ہی مقرر نہیں کیں بلکہ اخلاقی و روحانی آداب کی ایک مکمل نظام بھی بیان کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے اپنی مشہور کتاب الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع میں انہی آداب کو تفصیل سے جمع کیا ہے، اور اس سے پہلے اور بعد کے ائمہ نے بھی اپنی کتب میں طالبِ حدیث کے آداب کو مستقل ابواب میں بیان کیا ہے۔ ان آداب کی دو بڑی جہتیں ہیں: ایک وہ آداب جو طالب کے اخلاص، نیت اور استاد و مجلس سے تعلق رکھتے ہیں، اور دوسرے وہ جو سماعت، حفظ، کتابت و ضبط اور روایت کی امانت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر طالب علم ان آداب سے خالی ہو تو اس کا علم بے برکت بھی ہو سکتا ہے اور علمی خطاؤں کا ذریعہ بھی، جبکہ ان آداب کا اہتمام کرنے والا طالب تھوڑے علم سے بھی بڑا فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسروں کے لیے نفع کا ذریعہ بنتا ہے۔ ذیل میں طالبِ حدیث کے لیے ضروری آداب کو مختلف عنوانات کے تحت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور ہر ادب کی وجہ و فائدہ بھی واضح کیا گیا ہے تاکہ یہ جواب نصابی مطالعے کے ساتھ ساتھ عملی تربیت کا ذریعہ بھی بنے۔

اخلاص و تصحیحِ نیت

طالبِ حدیث کا سب سے پہلا اور سب سے اہم ادب نیت کی درستی ہے۔ وہ حدیث بھی اسی مضمون کی سب سے پہلی دلیل ہے جس سے صحیح بخاری کا آغاز ہوتا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، چنانچہ جو شخص حدیث اس لیے سیکھے کہ اسے شہرت ملے، لوگ اسے محدث کہیں، مناظروں میں غلبہ حاصل ہو یا دنیوی منفعت ملے، وہ اس علم کی اصل برکت سے محروم رہتا ہے۔ محدثین نے طلبِ حدیث میں نیت کو اللہ کی رضا، سنت کی معرفت اور اس پر عمل و تبلیغ کا ارادہ قرار دیا ہے۔ اخلاص کا تعلق صرف نیت کے اعلان سے نہیں بلکہ مسلسل محاسبے سے ہے، کیونکہ طالب علمی کے سفر میں قدم قدم پر شہرت و ریا کی صورتیں آتی رہتی ہیں اور ہر مرحلے پر نیت کی تجدید درکار ہوتی ہے۔ اسی ادب کا

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ طالب علم حصولِ علم کو عبادت سمجھے، کیونکہ نبی کی سنت کی طرف ایک قدم بھی اہلِ علم کے نزدیک نیکیوں کا ذریعہ ہے۔ جس طالب کی نیت درست ہو جائے اس کی محنت میں برکت آتی ہے، اس کا حافظہ مدد پاتا ہے اور اس کا علم اس کے کردار میں جھلکنے لگتا ہے، جو اس علم کا اصل مقصود ہے۔

استاد کی تلاش، ادب اور خدمت

دوسرا بڑا ادب استاد کے انتخاب اور اس کے ادب و احترام کا ہے۔ طالبِ حدیث کو چاہیے کہ وہ علم معتبر اور صاحبِ تقویٰ اساتذہ سے حاصل کرے، کیونکہ سند کے اس علم میں استاد کی حیثیت محض معلومات دینے والے کی نہیں بلکہ سلسلۂ روایت کی ایک کڑی کی ہے۔ سابقہ محدثین سفر کر کے اہلِ فن کے پاس جاتے تھے اور شہر شہر کے شیوخ سے سماع حاصل کرتے تھے، اس روایت کا سبق آج کے طالب کے لیے یہ ہے کہ وہ مستند ذرائع اور اہل اسناد کو ترجیح دے۔ استاد کے آداب میں اس کی مجلس میں سکون و وقار سے بیٹھنا، اس کی بات توجہ سے سننا، بے جا سوالات اور بحث سے پرہیز کرنا، اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کا احترام کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا شامل ہے۔ اسی طرح ساتھی طلبہ کے ساتھ حسنِ سلوک، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت بھی مجلسِ علم کے آداب میں سے ہے۔ سلف کا یہ معمول نقل کیا گیا ہے کہ وہ استاد کے سامنے کتاب کے اوراق بھی آواز سے نہیں الٹتے تھے تاکہ اس کی توجہ میں خلل نہ پڑے، یہ باریکیاں ظاہر کرتی ہیں کہ اس علم میں ادب کو علم سے پہلے رکھا گیا ہے۔

سماع و مجلس کے آداب

تیسرا ادب سماع و درس کے طریقے سے متعلق ہے۔ طالب کو چاہیے کہ وہ مجلس میں حاضر باش اور متوجہ رہے، حدیث سنتے وقت ہر لفظ کو غور سے سنے، اور سماع کے وقت دوسری باتوں میں مشغول نہ ہو۔ سابقہ دور میں طالب کتاب ساتھ لے کر بیٹھتا اور استاد کے ارشاد کے ساتھ اپنی کتاب کی تصحیح کرتا تھا، آج اس کا قائم مقام یہ ہے کہ طالب نصاب کی کتاب اور اپنے نوٹس کے ساتھ درس میں شریک ہو اور اہم نکات درج کرتا جائے۔ سماع کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ جن احادیث کا سماع جس استاد سے اور جس تاریخ میں ہوا، اس کا اندراج باقاعدگی سے کیا جائے، کیونکہ یہی اندراج سند و سماعات کی بنیاد بنتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ وہ نہ سمجھ آنے والی بات کو مناسب انداز میں پوچھے اور سمجھے بغیر

آگے نہ بڑھے، اور جو بات سمجھ آ جائے اسے لکھ کر محفوظ کرے کیونکہ محدثین کا مشہور قول ہے کہ علم کو کتابت سے قید کر لو، یعنی حافظے پر کلی بھروسے کے بجائے تحریر کا اہتمام علمی امانت کا تقاضا ہے۔ اوقات کی پابندی، درس میں باقاعدگی اور غیبت سے پرہیز بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔

حفظ، مذاکرہ اور عمل کے آداب

چوتھا ادب حفظ و استحضار اور علم پر عمل سے متعلق ہے۔ طالبِ حدیث کو چاہیے کہ وہ احادیث کو صرف پڑھنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ منتخب احادیث کو یاد بھی کرے، ان کے الفاظ و مفاہیم کا مذاکرہ ساتھیوں کے ساتھ کرے اور وقتاً فوقتاً دہرائی کرتا رہے، کیونکہ بے دہرائی علم زائل ہو جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ سب سے اہم ادب یہ ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل کرے، کیونکہ محدثین کے نزدیک حدیث سیکھنے کا مقصد نبی کی سنت کو اپنی زندگی میں زندہ کرنا ہے۔ جو شخص احادیث جانتا ہو مگر اس کے اخلاق و اعمال میں اس کا اثر نہ ہو اسے اہلِ علم نے سخت تنبیہ کی ہے۔ عمل کے آداب میں اخلاقِ حسنہ، سچائی، امانت، نماز و عبادات کی پابندی اور حقوق العباد کی ادائیگی سرفہرست ہیں۔ یہ بھی ادب ہے کہ طالب علم جو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں لاادری کہنے میں شرم محسوس نہ کرے، کیونکہ سلف کے نزدیک آدھا علم یہی ہے کہ آدمی اپنے نہ جاننے کا اقرار کر لے، اور بے بنیاد رائے دینا حدیث کے طالب کے لیے سب سے خطرناک عادت ہے۔

روایت و بیان میں امانت کے آداب

پانچواں ادب روایت کی امانت سے متعلق ہے جو اس علم کی روح ہے۔ طالبِ حدیث کو چاہیے کہ وہ حدیث بیان کرتے وقت الفاظ کی صحت کا پورا خیال رکھے، جو بات اسے یقینی طور پر معلوم نہ ہو اسے یقین کے انداز میں بیان نہ کرے، نبی کی طرف کوئی بات منسوب کرنے میں انتہائی احتیاط برتے اور اس مشہور وعید کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے جو نبی پر جھوٹ باندھنے کے بارے میں آئی ہے اور جس کی روایت متواتر کے درجے تک پہنچتی ہے۔ امانت کے آداب میں کتابوں کے نام اور مصنفین کی نسبت میں درستی، حوالہ دیتے وقت صفحہ و ماخذ کی جانچ، اور دوسروں کی تحقیقات کو ان کے نام کے ساتھ نقل کرنا بھی شامل ہے، تاکہ علمی سرقے اور بے حوالہ نقل سے بچا جا سکے۔ اسی طرح طالب کو چاہیے کہ وہ ضعیف یا غیر ثابت بات کو ثابت شدہ کے انداز میں پیش نہ کرے، اور جب وہ کوئی روایت نقل کرے تو اس کے درجے کی وضاحت کی اہلیت حاصل کرنے کی کوشش

کرے۔ یہ آداب آج کے دور میں بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے سماع کے دور میں تھے، کیونکہ آج نقل واشاعت کے ذرائع تیز ہو گئے ہیں اور بے احتیاطی سے غیر ثابت باتیں تیزی سے پھیل سکتی ہیں۔

جدول 1: طالبِ حدیث کے آداب کا خلاصہ

اہم آداب	شعبہ
اللہ کی رضا کا قصد، شہرت و ریا سے اجتناب، نیت کی مسلسل تجدید	نیت و اخلاص
معتبر استاد کا انتخاب، ادب و احترام، توجہ و باقاعدگی	استاد و مجلس
سماع کا اندراج، تصحیحِ کتاب، اہم نکات کی تحریر	سماع و کتابت
حفظ و مذاکرہ و دہرائی، سیکھے ہوئے علم پر عمل، لاادری کہنے کی جرأت	حفظ و عمل
الفاظ کی صحت، حوالے کی درستی، غیر ثابت کو ثابت کے انداز میں پیش نہ کرنا	روایت کی امانت

حاصلِ کلام

حاصل یہ ہے کہ طالبِ حدیث کے آداب اخلاصِ نیت سے شروع ہو کر استاد کے ادب، سماع و کتابت کی باقاعدگی، حفظ و مذاکرے، علم پر عمل اور روایت کی امانت تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ آداب محض رسمی اخلاقیات نہیں بلکہ اس علم کی حفاظت کا عملی نظام ہیں، کیونکہ حدیث کا علم امانت کا علم ہے اور امانت اخلاق کے بغیر قائم نہیں رہتی۔ جو طالب ان آداب کو اپنا لیتا ہے اس کا سیکھنا عبادت بن جاتا ہے اور اس کا علم اس کے لیے اور امت کے لیے نفع کا ذریعہ بنتا ہے، اور یہی اس سوال کا مرکزی پیغام ہے۔

سوال نمبر 5: کاتبِ حدیث کے فرائض کی وضاحت

سوال نمبر 5: کاتبِ حدیث کے فرائض کی وضاحت کریں۔ (20 نمبر)

تعارف

حدیث کی حفاظت میں کتابت کو بنیادی مقام حاصل ہے، کیونکہ احادیث کا عظیم ذخیرہ جو آج کتابوں کی صورت میں موجود ہے وہ انہی کاتبوں کی محنت کا ثمر ہے جنہوں نے سماع کو تحریر میں منتقل کیا اور کتابوں کو غلطیوں سے محفوظ رکھنے کے اہتمام کیے۔ اصولِ حدیث میں کتابتِ حدیث اور ضبطِ کتاب کا باب مستقل حیثیت رکھتا ہے، جس میں ابن الصلاح سمیت بڑے ائمہ نے کاتب کے فرائض و آداب تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ کاتبِ حدیث سے مراد وہ شخص ہے جو احادیث کو لکھنے، کتاب کو درست رکھنے اور اسے آگے نقل کرنے کا کام انجام دیتا ہے، چاہے وہ استاد سے سن کر لکھنے والا طالب ہو یا نسخہ تیار کرنے والا ناسخ۔ کاتب کی معمولی سی غلطی کبھی کبھی کسی راوی کے نام، کسی لفظ یا کسی سند میں ایسی تبدیلی پیدا کر دیتی ہے جس سے حدیث کا مفہوم یا درجہ بدل سکتا ہے، اسی لیے محدثین نے کاتب کے لیے سخت فرائض مقرر کیے اور ان فرائض کو علمی امانت کا حصہ قرار دیا۔ ذیل میں کاتبِ حدیث کے اہم فرائض کو الگ الگ عنوانات میں بیان کیا گیا ہے اور ہر فرض کی عملی صورت اور اس کی غفلت کے نقصانات بھی واضح کیے گئے ہیں، تاکہ طالب علم کتابت کو محض لکھنے کا عمل نہیں بلکہ ایک ذمہ داری سمجھے۔

فرض 1: ضبط و تصحیحِ کتاب اور مقابلہ

کاتب کا پہلا اور سب سے بڑا فرض اپنی کتاب کو ضبط اور تصحیح کے ساتھ محفوظ رکھنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ سنا جائے اسے اصل سماع کے مطابق لکھا جائے، پھر لکھی ہوئی عبارت کو استاد کی اصل یا معتبر نسخے کے ساتھ مقابلہ کر کے درست کیا جائے، جسے مقابلہ اور تصحیح کہا جاتا ہے۔ محدثین نے اصل سے مقابلے کو ضبطِ کتاب کی شرط قرار دیا ہے، کیونکہ بغیر مقابلے لکھا ہوا نسخہ غلطیوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اسی فرض میں یہ بھی شامل ہے کہ کتاب میں جو لفظ مشکوک ہو اسے جانچ کر درست کیا جائے، اور جہاں ساقط ہونے کا شبہ ہو وہاں اصل کی طرف رجوع کیا جائے نہ کہ اپنی طرف سے عبارت پوری کر دی جائے۔ کاتب کو یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنی کتاب کو دوسروں کے غیر مصدقہ

اضافوں سے بچائے اور جب کتاب کسی کو برائے مطالعہ دے تو اس کی حفاظت کی نگرانی رکھے، کیونکہ کتاب میں کسی اور کی غلط اصلاح کاتب کے لیے بڑی مصیبت بن سکتی ہے۔

سلف کی سوانح میں ضبطِ کتاب کے واقعات اس فرض کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں کہ بڑے محدثین اپنی کتابوں کو اصل نسخوں سے بار بار ملایا کرتے تھے۔

فرض 2: واضح خط، اعراب و نقط اور علامات کی رعایت

دوسرا فرض کتابت کی صورت و ہیئت سے متعلق ہے۔ کاتب کو واضح اور پڑھنے کے قابل خط میں لکھنا چاہیے، الفاظ کو اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ پڑھنے والے کو اشتباہ نہ ہو، خاص طور پر وہ مشتبہ نام اور الفاظ واضح کیے جائیں جن میں دوسرے الفاظ سے التباس ممکن ہو۔ مشکل الفاظ پر اعراب یعنی حرکات لگانا، نقطوں کی درستی کا خیال رکھنا اور مہمل و معجم حروف میں امتیاز برقرار رکھنا بھی اسی فرض کا حصہ ہے، کیونکہ عربی رسم الخط میں نقطے کی ایک غلطی معنی کو بالکل الٹ کر رکھ دیتی ہے اور نام بدلنے سے راوی بدل جاتا ہے۔ محدثین نے کاتب کو ہدایت کی ہے کہ وہ مشکوک و مشتبہ مقامات پر خاص علامات لگائے، حذف و سقط کی نشاندہی حاشیے میں کرے، اور اصل متن میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی علامت کے بغیر نہ کرے۔ اسی ذیل میں کتابت کی معروف اصطلاحی علامات یعنی اختصارات و رموز کو ان کے مروجہ معنی ہی میں استعمال کرنا بھی کاتب کا فرض ہے، تاکہ قاری اسے روایت کی اصل عبارت نہ سمجھ بیٹھے۔ یہ تمام باریکیاں اس لیے مقرر کی گئیں کہ نسخہ نسخے تک اور پشت پشت تک پہنچنے والا متن اصل سماع کے زیادہ سے زیادہ قریب رہے۔

فرض 3: سماع، اجازہ اور اسناد کا درست اندراج

تیسرا فرض سماعات و اسناد کے اندراج سے متعلق ہے۔ کاتب کو چاہیے کہ وہ ہر حدیث کی سند کو مکمل اور درست لکھے، راویوں کے نام اور ان کی کنیتیں و نسبتیں اسی ترتیب سے درج کرے جس ترتیب سے سنی ہوں، اور سماع کی معلومات یعنی استاد کا نام، سماع کی تاریخ اور مقام جہاں روایت ہو، کا اندراج کتاب میں کرے جسے ثبتِ سماع کہا جاتا ہے۔ اگر کسی روایت میں اجازہ حاصل ہو تو اجازے کی نوعیت اور مجیز کا نام بھی درج کرنا کاتب کا فرض ہے، کیونکہ آئندہ اسی اندراج سے روایت کا حق ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی مقام پر سماع میں شک یا انقطاع ہو تو اسے بھی صراحت سے لکھنا امانت کا تقاضا ہے، تاکہ بعد میں آنے والا قاری اس مقام کو متصل سمجھ کر دھوکا نہ کھائے۔ کاتب کو یہ بھی فرض

ہے کہ وہ دو ملتی جلتی اسناد کو باہم خلط نہ کرے اور ایک متن کی سند دوسرے متن کے ساتھ نہ جوڑے، کیونکہ سندوں کا خلط حدیث کے بڑے عیوب میں شمار ہوتا ہے۔ یہ فرض درحقیقت کاتب کو محض لکھاری سے بڑھا کر روایت کے نظام کا ذمہ دار محافظ بنا دیتا ہے۔

فرض 4: امانت، عدمِ تحریف اور اپنی زیادتی کی تعیین

چوتھا فرض اخلاقی امانت سے متعلق ہے کہ کاتب متن میں کوئی تحریف نہ کرے، اپنے پاس سے کوئی لفظ نہ بڑھائے اور نہ گھٹائے، اور اگر اس کی طبیعت کسی لفظ کی تشریح یا کسی مفید نکتے کے اضافے کی طرف مائل ہو تو اسے متن سے الگ اس طرح لکھے کہ قاری کو واضح رہے کہ یہ کاتب یا شارح کی بات ہے حدیث کا حصہ نہیں، کیونکہ متن میں بے امتیاز اضافہ ادراج کا سبب بنتا ہے جو حدیث کے عیوب میں سے ہے۔ اسی امانت میں یہ بھی شامل ہے کہ کاتب اپنی کتاب میں کسی اور کی لکھی ہوئی بات کو اپنا سماع ظاہر کر کے نہ لکھے، اور جس کتاب سے نقل کرے اس کے ماخذ کی نشاندہی بھی کرے۔ ایک اہم فرض یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کاتب روایت کو چھپائے نہیں، یعنی جب اس کے پاس کسی مسئلے کی حدیث ہو اور کسی کو اس کی ضرورت ہو تو اسے فراہم کرے، کیونکہ علم کی کتمان کو بھی شرعاً ناپسند قرار دیا گیا ہے اور محدثین کی سیرت میں کتب کی فراہمی اور نسخوں کی اشاعت اسی جذبے سے ہوئی ہے۔ البتہ فراہمی کے ساتھ درستی کی نگرانی بھی اسی فرض کا حصہ ہے کہ نقل کرنے والے کو غلط نقل سے روکا جائے یا کم از کم اسے اصل سے مقابلے کی تاکید کی جائے۔

فرض 5: کتاب کی حفاظت و اشاعت کی ذمہ داری

پانچواں فرض کتاب کی مادی حفاظت اور اس کے درست انتقال سے متعلق ہے۔ کاتب کو اپنی کتاب کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ وہ ضائع نہ ہو، اس کے اوراق بکھریں نہیں اور اس میں غیر متعلقہ تحریریں داخل نہ ہوں۔ جب وہ اپنی کتاب سے دوسروں کو نقل کرنے دے یا خود کسی کی کتاب سے نقل کرے تو اصل سے مقابلے کا اہتمام کرے۔ اہلِ علم نے اس سلسلے میں اس بات کو بھی اہمیت دی ہے کہ اگر کاتب اپنی کتاب کسی کو عاریتاً دے تو لینے والے کو اصلاح و تبدیلی سے روکے، اور کتاب واپس ملنے پر اس کی جانچ کرے، کیونکہ بعض کم علم ناقلین کتاب میں اپنے فہم کے مطابق تبدیلیاں کر دیتے تھے جن سے مصنف کا اصل متن بدل جاتا تھا۔ آج کے دور میں اس فرض کی صورتیں بدل گئی ہیں

کیونکہ طباعت اور ڈیجیٹل نسخے عام ہو چکے ہیں، لیکن اصول وہی ہے کہ حدیث کی کوئی بھی اشاعت یا نقل کرنی ہو تو وہ معتبر اصل کے مطابق ہو، املا و اسناد کی غلطیوں کی تصحیح کی جائے اور ماخذ درج کیا جائے۔ اس طرح کاتب کے فرائض کا یہ نظام قدیم سماعی دور سے لے کر آج کے اشاعتی دور تک یکساں اہم ہے۔

جدول 1: کاتبِ حدیث کے فرائض کا خلاصہ

عملی تقاضا	فرض
اصل سے مقابلہ و تصحیح، مشکوک مقامات کی اصل سے جانچ	ضبط و مقابلہ
خوشخط و واضح تحریر، اعراب و نقط کی درستی، علامات کی رعایت	واضح کتابت
سند کی مکمل درستی، سماع و اجازے کی تاریخ و تفصیل کا ثبت	اندراجِ سماع و سند
متن میں اضافہ یا تبدیلی نہ کرنا، اپنی بات متن سے الگ لکھنا، ماخذ کا ذکر	امانت و عدمِ تحریف
کتاب کی حفاظت، عاریت میں نگرانی، نقل میں اصل سے مطابقت	حفاظت و انتقال

حاصلِ کلام

حاصل یہ ہے کہ کاتبِ حدیث کے فرائض کتاب کے ضبط و مقابلے، واضح و درست کتابت، سماع و اسناد کے اندراج، تحریف سے اجتناب پر مبنی امانت، اور کتاب کی حفاظت و درست انتقال پر مشتمل ہیں۔ یہ فرائض کتابت کو ایک ذمہ دارانہ علمی خدمت بناتے ہیں جس کی بدولت حدیث کا ذخیرہ صدیوں تک محفوظ صورت میں امت تک پہنچا۔ طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ وہ آج بھی جب کوئی حدیث لکھے، نقل کرے یا آگے پہنچائے تو انہی اصولوں کو سامنے رکھے، کیونکہ ذرائع بدل گئے ہیں مگر امانت کا تقاضا نہیں بدلا۔